بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

اشتیاق احمد ظلّی

علم و دانش کی دنیا میں بھی ہر دور کا اپنا ایک مخصوص لب و لہجہ، انداز اور مزاج ہوتا ہے جس سے اس کی شناخت ہوتی ہے۔ اس نقطہ نظر سے دورِ حاضر علوم و فنون میں اختصاص کا دور ہے۔ علم و تحقیق کا قافلہ جیسے جیسے آگے بڑھ رہا ہے یہ مزاج اور بھی پختہ اور یہ انداز اور زیادہ مستحکم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ علمی دنیا میں اعتبار و امتیاز حاصل کرنے کے لیے اب یہ ناگزیر ہو گیا ہے کہ بحث و نظر کے پرانے انداز اور طریقوں کو چھوڑ کر نئے طرز کو اختیار کیا جائے اور اس طرح کے تحقیقی معیار کو اپنایا جائے جو موجودہ علمی اختصاص کے مزاج سے ہم آہنگ ہو اور اس کے صبر آزما تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

اس پس منظر میں اگر علم و تحقیق کی عالمی صورت حال پر غور کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ اس میدان میں قیادت بڑی حد تک جامعات کے ہاتھ میں ہے۔ جو علوم جامعات اور اس طرح کی دوسری تعلیم گاہوں میں بحث و نظر اور تحقیق و جستجو کے موضوع بنتے رہتے ہیں ان پر نت نئی تحقیقات سامنے آتی رہتی ہیں اور محققین جدید طریق استدلال اور منہاج تحقیق سے کام لیتے ہوئے ان سے متعلق مسائل و مباحث پر نت نئے زاویوں سے روشنی ڈالتے رہتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان تعلیم گاہوں میں بہت کچھ ابتری اور بحران کے باوجود علمی تحقیقات کے لیے جو مواقع میسّر ہوتے ہیں وہ کہیں اور مشکل ہی سے مہیا ہو پاتے ہیں۔ اس عام علمی فضا کو بنانے میں دو عوامل کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ ایک تو مختلف موضوعات پر معیاری کتابوں کی دستیابی اور دوسرے ایسے اساتذہ کی رہنمائی جن کی زندگیاں کسی مخصوص مضمون پر تحقیق و مطالعہ میں گذری ہوں۔ اس لیے کہ اس حقیقت کے باوجود کہ مختلف ممالک میں جامعاتی نظام سخت بحران کا شکار ہے علم و دانش کے فروغ میں جامعات کے غیر معمولی اکتسابات سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔

دنیا میں پھیلی ہوئی جامعات میں ایک عرصہ سے اسلامیات کے شعبے بھی قائم ہیں۔ یہ شعبے دراصل مغربی اقوام کی ان اولین کوششوں کا نتیجہ ہیں جو انہوں نے جدید دنیا میں اسلام اور اس کے نام لیواؤں کو سمجھنے کے لیے کی تھیں چنانچہ روز اول ہی سے یہ کوششیں بڑی حد تک جانبداری، ذہنی تحفظ اور علمی تعصب کی شکار رہی ہیں اور ان کے جو نتائج سامنے آتے رہی ہیں ان کو علمی دیانت اور تحقیقی غیر جانبداری کا مثالی نمونہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بہرطور ان سے اتنا ضرور ہوا کہ مغرب کے علمی حلقوں میں اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں کچھ نہ کچھ بحث و تمحیص کا سلسلہ شروع ہوا اور تمام تر تحفظات اور تعصبات کے باوجود بات کچھ نہ کچھ آگے ضرور بڑھی۔

ان جامعات اور اداروں میں قرآنیات سے متعلق تحقیقات کی صورت حال اور بھی تکلیف دہ رہی ہے۔ حال ہی میں کراچی یونیورسٹی سے شائع شدہ ایک جائزہ کے مطابق دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں اسلامیات کے موضوع پر پیش کیے جانے والے تحقیقی مقالات کی کل تعداد ۱۰۵۵ ہے اور ان میں قرآنیات سے متعلق مقالات صرف ۵۲ ہیں۔ دنیا کی انہیں یونیورسٹیوں میں دوسرے موضوعات پر پیش کیے جانے والے تحقیقی مقالات کی غیر معمولی تعداد کو اگر سامنے رکھا جائے تو اسلامیات اور بالخصوص قرآنیات کے میدان میں ہونے والی جامعاتی تحقیقات کی بے بضاعتی اور عالمی علمی برادری میں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بے اعتنائی کی بڑی تکلیف دہ تصویر ابھرتی ہے۔ یہ بڑے تاسف کا مقام ہے کہ مسلمان اپنی عددی کثرت، مادی وسائل کی فراوانی اور اپنی غیر معمولی علاقائی اہمیت کے باوجود اسلامیات اور بالخصوص قرآنیات کو بحث و نظر کا ایسا موضوع بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکے ہیں جس پر دنیا کے ہر خطہ میں تحقیق و جستجو کی ناگزیر ضرورت کا احساس کیا جاسکے۔

بعض اسلامی ممالک خاص کر تیل کی دولت سے مالا مال عرب ممالک میں گذشتہ کچھ برسوں میں ضرور اس طرف توجہ دی گئی ہے اور اس کے خاطر خواہ نتائج بھی برآمد ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر جامعہ ام القریٰ، مکہ معظمہ اور جامعۃ الامام، ریاض میں قرآنیات پر ہونے والی تحقیقات کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ یہ جامعات اور اسی نوعیت کی دوسری جامعات اور برصغیر میں پھیلے ہوئے مختلف دینی مدارس اس محاذ پر بڑی اہم خدمات انجام دے رہے ہیں اور یہ کوشش یقیناً قابل قدر اور لائق تحسین ہیں۔ اس کے باوجود یہ بھی اپنی جگہ پر ایک حقیقت ہے کہ ان مساعی کے اثرات ابھی محدود ہیں اور قرآنیات نیز اسلامیات سے

متعلق دوسرے موضوعات پر تحقیق ایک عالمی تحریک کی صورت اختیار نہیں کر سکی ہے اور انسانیت کی ایک ناگزیر ضرورت نہیں بن سکی ہے۔ بنی نوع انسان کی فلاح کے لیے قرآن مجید کی غیر معمولی اہمیت کے پیشِ نظر یہ صورت حال یقیناً تشویش کی باعث ہے۔

اس مسئلہ پر ایک اور پہلو سے غور کیا جائے، تو صورت حال کی المناکی اور بھی واضح شکل میں ابھر کر سامنے آتی ہے۔ دنیا کی مختلف جامعات میں قرآنیات پر پیش کیے جانے والے مقالات کا اگر اس حیثیت سے جائزہ لیا جائے کہ ان میں مسلم طلبہ و محققین کا حصہ کیا ہے تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ان میں مسلمانوں کی تعداد نا قابل لحاظ ہے۔ گویا قرآنیات جیسا اہم موضوع جس کی ضرورت مسلمانوں کے لیے صرف علمی دلچسپی تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت ان کے لیے رگ جاں کی ہے، ان کی طرف سے بے توجہی کا شکار ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اور پہلو بھی توجہ کا طالب ہے۔ اسلامیات پر تحقیقات کا ایک بڑا حصہ روایتی موضوعات سے متعلق ہوتا ہے اور ان میں بھی مغربی دانش وری تصوف جیسے موضوعات میں زیادہ دلچسپی محسوس کرتی ہے۔ ایسے موضوعات جن پر تحقیق و تفتیش کے نتیجہ میں عصر حاضر کے الجھے ہوئے اور پیچیدہ مسائل کے تناظر میں کتاب و سنت میں پیش کیے گئے حل اور ان کی عملی تعبیر و تشریح سامنے آسکے عموماً اس فہرست میں نظر نہیں آتے۔

اس مختصر جائزہ کی روشنی میں جامعات میں اسلامیات اور خصوصاً قرآنیات سے متعلق تحقیقات کی جو تصویر ابھرتی ہے اسے کسی طور بھی حوصلہ افزا اور اطمینان بخش قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس صورتحال کو بدلنے کے لیے خصوصی اہتمام اور منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں بنیادی ذمہ داری مختلف جامعات میں پڑھنے پڑھانے والے ان مسلم طلبہ اور اساتذہ کے اوپر عائد ہوتی ہے جو ایسے مضامین سے وابستہ ہیں جن کا براہ راست یا بالواسطہ اسلامیات اور قرآنیات سے سلسلہ قائم ہو سکتا ہو۔ آج کل دینی مدارس سے معتدبہ تعداد میں طلبہ یونیورسٹیوں کی طرف رخ کر رہے ہیں۔ دوسرے طلبہ کے مقابلہ میں یہ فارغین ایسے موضوعات پر کام کرنے کی کہیں زیادہ استعداد رکھتے ہیں۔ ان کے لیے مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری بھی ہے کہ وہ اپنے مطالعہ و تحقیق کے ایسے مضامین و موضوعات منتخب کریں جن سے مدارس میں حاصل کی ہوئی صلاحیت پر وان بھی چڑھ سکے اور اس کا فائدہ بھی صحیح طور پر حاصل ہو سکے اور ساتھ ہی ساتھ نظریاتی بنیادوں کی پاسبانی بھی ہو سکے۔

اس سلسلہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ اسلامیات پر تحقیق کو صرف روایتی موضوعات تک محدود نہ کردیا جائے بلکہ نئے نئے موضوعات پر اسلامی تناظر میں ریسرچ کی جائے۔ بحث ونظر کو تفسیر، حدیث، فقہ اور سیرت و تاریخ اسلام کے اساسی مضامین تک ہی محدود نہ رکھا جائے بلکہ معاشیات، سیاسیات، نفسیات، عمرانیات، تعلیم اور اس طرح کے دوسرے موضوعات پر اسلامی نقطہ نظر سے اور کتاب وسنت کی روشنی میں ریسرچ کی جائے۔ ان موضوعات کا تعلق روزمرہ کی زندگی سے بہت گہرا ہے اور ان کے مختلف پہلوؤں سے متعلق کتاب وسنت سے براہ راست راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ اس باب میں یہ امر افسوس کا باعث ہے کہ مسلم یونیورسٹی میں بھی ان موضوعات پر اسلامی نقطہ نظر سے مطالعہ وتحقیق کی روایت قائم نہیں ہوسکی ہے اور جو معدودے چند کام اس نوعیت کے ہوئے ہیں ان کی حیثیت مستثنیات سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ اسلامیات سے متعلق موضوعات پر تحقیق اس دانش گاہ کی آئینی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ یہ نہ صرف مناسب بلکہ ضروری ہے کہ خاص طور پر اس یونیورسٹی کے مختلف شعبوں میں اسلامی موضوعات پر تحقیق کو اولیت دی جائے اور کتاب وسنت کی روشنی میں جدید موضوعات پر ریسرچ کو فروغ دیا جائے۔ اگر یہ یونیورسٹی اس سلسلہ میں قافلہ سالاری کی ذمہ داری سنبھال لے تو بجا طور پر توقع کی جاسکتی ہے کہ کم از کم برصغیر کی دوسری جامعات میں بھی اس محاذ پر کچھ نہ کچھ پیش رفت ضرور ہوگی اور اسلامیات پر ریسرچ کا دائرہ وسیع ہوگا اور علمی دنیا پر اس کے خوش گوار اثرات مرتب ہوں گے۔ اس طرح جو عظیم الشان کام ہمارے دینی مدارس اور علماء کرام انفرادی طور پر اپنی تمام تر بے سروسامانی کے باوجود اتنی کامیابی سے انجام دے رہے ہیں اس کو زبردست تقویت حاصل ہوگی، اسلامیات پر تحقیق کا شعور عام ہوگا اور دھیرے دھیرے ایک ہمہ گیر تحریک کی شکل اختیار کرے گا۔